

وہ زندہ جاوید رہے گا

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مرحوم کی ایک یادگار تقریر۔ جو انہوں نے ۳۱ اگست ۱۹۶۳ء کو اخبار پارک دہلی دروازہ لاہور میں شاہ جی کی یاد میں منعقدہ ایک جلسہ میں کی۔

بزرگان محترم! آج عہد حاضر کے اس مرد جلیل کی یاد میں ہم اکٹھے ہوئے ہیں۔ اس مرد پاکباز کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں جس کی درویشی و فقیری بونے اسدالحی سے معطر تھی۔ خونے سلمائی و بوڑھی جس پر ناز کرتی تھی، غیرت شبیری جس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت جس کا اور حنا پھونکتی تھی۔

جہاں تک سیدی و مولائی حضرت امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کی یاد کا تعلق ہے میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ جب تک عشق رسول کی روح موجود ہے۔ کتاب و سنت کی عزت و پرکٹ مرنے والے حیات ہیں، صحابہ کی عظمت کا نقش باقی ہے اور مسلمانوں کی رگوں میں اسلامی غیرت و حمیت کا خون دوڑ رہا ہے۔ بخاری کبھی نہیں مر سکتا، وہ زندہ رہے گا، زندہ جاوید رہے گا۔

وہ اگرچہ نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے اس کی صورت اگرچہ آنکھوں کے سامنے نہیں لیکن اس کے زمرے آج بھی کانوں میں گونج گونج کر محبت رسول ﷺ اور عشق خداوندی کے سرمدی کیفیت سے قلب و روح کو تڑپانے میں مصروف ہیں۔ یہ احرار پارک کی فضا اور دہلی دروازے کے در و دیوار آج بھی اس کی داستان عشق رسول کے ورق الٹ رہے ہیں، یہ کو توالی کے سامنے شہیدان ختم نبوت کے خون میں نہائے ہوئے ذرات آج بھی بخاری کی یاد میں تڑپ رہے ہیں۔ وہ منتظر ہیں کہ بخاری کے نام لیوا خدا کا نام لے کر آئیں اور محمد مصطفیٰ کے عشق سرمدی کا پھر رافضائے آسمانی میں لہرا دیں سامنے وطن بلندنگ اور احاطہ عبدالرحیم کے در و دیوار چشم تصور کو ۱۹۲۷ء کے ہنگامہ خیز دور کی طرف متوجہ کر رہے ہیں اور ماضی کی یادیں بادلوں کی طرح اُٹلڈ کر دل و دماغ پر چارہا رہی ہیں۔ لاہور یا نیگورٹ کے جٹس دلیپ سنگھ نے ماشہ "راج پال" "ناشر" "نگیلا رسول" کو کانوں کے اصطلاحی قسم پر رہا کر دیا ہے۔ مسلمانوں میں پہچان پر پڑا ہے۔ ناسوس و رسالت کے پروانے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں۔ سٹر لوگھوی نے دفعہ ۱۴۴۴ لگا کر مسلمانوں کی غیرت کا استہسان چاہا ہے۔ مدینے والے کی ختم المرسلین کا پاسپان اپنے نانا کی عزت پر کٹ مرنے کا تہیہ کر کے میدان عمل میں آچکا ہے۔ بخاری کا عشق شباب پر ہے اور وہ شہادت کے راستہ میں سر ہتھیلی پر رکھ کر باطل کو لٹکا رہا ہے۔ مولانا احمد سعید اور مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ شیخ پر موجود ہیں۔ احاطے کے دروازہ پر پولیس کے مسلح دستے پہرہ دے رہے ہیں لیکن جذبہ شوق شہادت سے سرشار، دین خداوندی کی تلوار بھی

حرکت میں ہے۔ وہ دیکھیے اسلام کی زبان بول رہی ہے۔

”آج آپ لوگ جناب فرسل محمد عربی ﷺ کے عزت و ناموس کو برقرار رکھنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ آج جنس انسان کو عزت بخشنے والے کی عزت خطرے میں ہے۔ اس جلیل القدر ہستی کا ناموس معرض خطر میں ہے جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کو ناز ہے۔“ آج سنتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید دہلوی کے دروازے پر اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور اُم المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ کد آئیں اور فرمایا ہم تمہاری مائیں ہیں کیا تمہیں معلوم نہیں؟ کہ کفار نے ہمیں گالیاں دیں۔ ارے دیکھو! اُم المومنین دروازے پر تو نہیں کھڑی ہیں؟ تمہاری محبت کا تو یہ عالم ہے کہ عام حالتوں میں کٹ مارتے ہو لیکن تمہیں معلوم نہیں کہ آج گنبد خضرا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹپ رہے ہیں خدیجہ و مائشہ پریشان ہیں تمہارے دلوں میں اُمہات المومنین کے لئے کوئی جگہ ہے؟

اُمہات المومنین تم سے اپنے حق کا مطالبہ کر رہی ہیں۔ عائشہ پکارتی ہیں وہی جنہیں میرے میاں (رسول اللہ ﷺ) پیار سے حمیرا کہہ کر پکارتے تھے۔ جنہوں نے رسول ﷺ کو رحلت کے وقت سوک چبا کر دی تھی۔ ان کے ناموس پر قربان ہو جاؤ۔ سچے بیٹے ماں پر قربان ہو جایا کرتے ہیں۔“

آخر اس مجمع سے علم الدین اٹھا اور جنس ناموس کی حفاظت سے قانون قاصر تھا اس کی حفاظت علم الدین کے خبر نے راجپال کی جان لیکر کی۔ اگرچہ اسے اپنی جان کی بازی بھی ہارنا پڑی مگر یہ بات دنیا پر واضح ہوئی کہ مسلمان حضور سرور کائنات ﷺ کے ناموس کی حفاظت قانون سے نہیں بلکہ خون سے بھی کرتا ہے۔

عقیدہ ختم نبوت کی راہ میں جب قادیانی فرقتے نے رخنے پیدا کرنے شروع کیئے اور ایک اور تحریک نے سر اٹھایا تو اس وقت حق پرستوں کی جو صفیں اس کے مقابلے میں سینہ سپر ہوئیں۔ شاہ جی قائد کی حیثیت سے اس میں پیش پیش تھے۔ اور آخر تک پیش پیش رہے۔ ہر قدم پر مشکلات آئے آئیں، مصائب سے سامنا ہوا۔ آفات کی گھٹائیں اٹھیں۔ فرنگی اقتدار نے قدم قدم پر روٹے اٹکائے۔ قید و بند سے گزر کر دار در سن تک بات چاہنپی مگر عشق رسول کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ شیرنستان ایک طرف انگریز سامراج پر بھرپور وار کرتا رہا تو دوسری طرف انگریز کی ذریت جو قادیانیت کے نام سے خود نما پارہی تھی اس کا تیا پانچ کرنے میں مصروف رہا۔ چنانچہ شاہ جی نے فرمایا تھا

”ختم نبوت کی حفاظت میرا جزو ایمان ہے جو شخص بھی اس ردا کو چوری کرے گا جی نہیں۔۔۔ چوری کا حوصلہ بھی کرے گا میں اس کے گریبان کی دھجیاں اڑا دوں گا اور جو اس مقدس امانت کی طرف اٹھل اٹھائے گا میں اس کا ہاتھ قطع کر دوں گا۔ میں میاں (رسول اللہ ﷺ) کے سوا کسی کا نہیں۔ نہ اپنا نہ پرانا۔ میں انہیں کا ہوں۔ وہی میرے ہیں جس کے حسن و جمال کو خود رب کعبہ نے تمہیں دکھا کھا کر آراستہ کیا ہوا۔ میں ان کے حسن و جمال پر نہ مرثوں تو لعنت ہے مجھ پر اور لعنت ہے ان پر جو ان کا نام تو لیتے ہیں لیکن سار قول کی خیرہ چشمی کا تماشا دیکھتے ہیں۔“

آپ فرمایا کرتے تھے "مجھے ایک چیز سے محبت ہے اور وہ ہے قرآن۔ مجھے ایک چیز سے نفرت ہے اور وہ ہے انگریز۔"

اللہ کی کتاب کی بلاغت کے صدقے چاہئے۔ خود بولتی ہے میں محمد پر اتاری گئی ہوں۔ بابو لوگو! اس کی قسمیں نہ کھایا کرو۔ اس کو پڑھا کرو۔ سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی طرح نہ سہی اقبال کی طرح ہی پڑھ لیا کرو۔ دیکھا اس نے قرآن میں ڈوب کر پڑھا تو مغرب کی دانش پر ہل بدل دیا۔ پھر اس نے قرآن کے سوا کچھ دیکھا ہی نہیں۔ وہ تمہارے بت کدوں میں اللہ اکبر کی صدا ہے۔"

خود شاہ جی قرآن پڑھتے تو نہ صرف یہ کہ وہ خود لطف اندوز ہوتے بلکہ سننے والوں پر بھی سر ہوجاتا۔ یوں محسوس ہونے لگتا کہ قرآن کا نزول ہو رہا ہے اور جذب و کیفیت میں انسان ہی نہیں فضا بھی جھوم رہی ہے۔ اثر کا یہ عالم تھا کہ مسلمان تو مسلمان غیر مسلم ہندو اور سکھ بھی شاہ جی کا قرآن سننے کے لئے آتے۔ اکثر ہندوؤں کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ "شاہ جی توریوں کی زبان بولتے ہیں۔" سر سٹیوڈن کرپس کی آمد پر مجلس احرار اسلام کا جو جلسہ اردو پارک دہلی میں ہوا تھا اور اس جلسے میں احرار رہنماؤں کے علاوہ دیگر قائدین ملت بھی شریک تھے۔ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے یہ الفاظ کہے تھے "اوقات کار سے فرصت کہاں تھی میں تو محض تصور اس وقت نکال کر شاہ جی کا قرآن سننے آ گیا ہوں"

انگریز سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ برطانوی سامراج کو کھانا یا دفنانا "محمد اللہ خدا نے شاہ جی کی یہ آرزو پوری کی اور وہ انگریزی سامراج کو اپنا پشدار اٹھا کر جاتے ہوئے دیکھ کر گئے اور انہوں نے مرزا بیت کو بھی دم توڑتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔"

شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ ان مردانِ حق کے گروہ میں سے ایک ایسے فرد تھے جن کا مقام بارگاہِ خداوندی میں بہت بلند تھا اور زمرہ اولیاء میں وہ مقامِ محبوبیت پر فائز تھے۔ اس صدی کے مجددِ اعظم حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیری رحمہ اللہ نے آپ کو امیرِ شریعت کا خطاب دیا اور خود آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ آپ سے بے حد محبت رکھتے تھے۔ حضرت مولانا گل شیر

رحمۃ اللہ علیہ اسی پاداش میں شہید ہوئے۔ خود ہمارے حضرت شیخ التفسیر سیدی مولائی حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ تو آپ پر جی جان سے فدا تھے۔ گھنٹوں آپ کا ذکر خیر کرتے اور یوں محسوس ہوتا کوئی عاشق صادق اپنے محبوب کی اداؤں کا ذکر چیر کر کیفیت و سرور کی وسعتوں میں کھو گیا ہے آپ فرمایا کرتے تھے حکمت کے موتی بکھیرتے تو شہرِ جبریل کے کان کترتے قرآن کے معانی بیان فرماتے تو مصنفین کے انہار لگا دیتے۔ چنانچہ اسی سے متاثر ہو کر حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا "شاہ جی کی باتیں عطاءِ الہی ہوتی ہیں"

محترم حضرات! بے شک، اسلام اقوامِ غیر کی تقلید میں کسی کا دن منانے کی کوئی تلقین اپنے ماننے والوں کو نہیں کرتا لیکن انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین کی یاد تازہ رکھنے کا ہمہ وقتی پروگرام اس کے پاس

ضرور موجود ہے اور جس کا اعلان نماز کی ہر رکعت میں

صراط الذین انعمت علیہم

کی روح پرور دعا سے ایک مسلمان ہر روز کرتا ہے۔ خداوند قدوس کا راہِ ہدایت کو انعام یافتہ لوگوں کی تابعداری کے ساتھ مخصوص کر دنا اس بات کا بین اور واضح ثبوت ہے کہ وہ انبیاء و صلحاء کے کارناموں کو زندہ و تابندہ رکھنے کا سبق امت مسلمہ کو دنا چاہتا ہے اور اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ مسلمان نہ صرف بزرگانِ ملت کے تذکرے اور حرارتِ قلب و روح کا سامان مہیا کریں بلکہ ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا عزم بالجزم بھی اپنے اندر پیدا کریں۔ اصل میں اسلاف کی یاد منانے کا واحد اور بہترین طریق اسلام کے نزدیک ان کی راہ پر چلنا اور ان کے طریق کو زندہ رکھنا ہے۔ اس اعتبار سے وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ شاہ جی کے نظریات، افکار اور خیالات کی نشر و اشاعت کی جائے۔ تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے وہ مشعلِ راہ بنیں۔ اور نشانِ منزل کا کام دیں اور مدمرحوم کے لئے اجر و ثواب کا موجب ہوں

من سن سنتہ حسنتہ فلہ اجرہا واجر من عمل بہا

یاد رکھیے جو قومیں بزرگوں کے طریق کو چھوڑ دیتی ہیں، بندگانِ الہی کے راستے سے منہ موڑ لیتی ہیں، اسلام کے نقوشِ قدم سے بے نیاز ہو جاتی ہیں اور بزرگوں کے کارہائے نمایاں کو دل و دماغ سے مٹا کر دیتی ہیں۔ وہ کبھی دیر تک زندہ نہیں رہ سکتیں اور صفحہ ہستی سے یوں مٹ جایا کرتی ہیں جیسے کہ ان کا نشان ہی نہ تھا۔

"آخر میں احرارِ دوستوں سے میری گزارش ہے کہ وہ جماعت کو زندہ رکھیں۔ آخر اس کا ایک ماضی ہے اس کی ایک تاریخ ہے اور اس کے کارنامے ہیں۔ جماعت کا مرنا ایک تاریخ کا مرنا ہے، ایک عہد کی موت اور بزرگوں کے کارناموں کو موت کے سپرد کرنے کے مترادف ہے۔ میں نے کہیں دیکھا ہے کہ شاہ جی نے فرمایا تھا۔

"خواہ ساری دنیا مجھے چھوڑ جائے میں مجلسِ احرار کا علم بلند رکھوں گا۔ حتیٰ کہ جب میں مرجاؤں تو میری قبر پر بھی یہ سرخ پھر رہا لہر اتارے گا"

اللہ تعالیٰ شاہ جی کے مقاماتِ بلند تر فرمائے۔ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ اور شاہ جی کی سببی اولادِ بھائی عطاء الحسن بخاری، عطاء الحسن اور دیگر فرزندوں کو ان کا صحیح جانشین بنائے (ثم آمین)

